

وجوه قرآنی اور تفسیری تنوع

محمد اولیس *

وجوه و نظائر قرآن کریم کی تفسیر میں تنوع کا باعث ہے۔ قرآن کریم میں بعض ایسے الفاظ موجود ہیں کہ جن کے ایک سے زیادہ تفسیری معانی ہیں۔ یہ معانی باقاعدہ طور پر مفسرین سے منقول و مردی ہیں۔ الفاظ کے معانی میں یہ تعدد عموماً ایک ہی چیز کے مختلف اوصاف ہونے کی بناء پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات قرآن کریم میں ان الفاظ کے معانی کی نظیر موجود ہوتی ہے اور بعض اوقات نظیر تو موجود نہیں ہوتی البتہ وہ معانی مفسرین سے منقول و مردی ہوتے ہیں۔ قرآنی الفاظ کی ایسی وجہ تفسیر قرآن میں تنوع کا باعث بنتی ہیں اس تنوع کے نتیجے میں معانی قرآن میں وسعت اور خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ یہ قرآن کریم کا بہت بڑا اعجاز ہے جو کہ علمی حلقوں میں کھل کر سامنے نہیں آیا، اس آرٹیکل میں قرآنی اعجاز کے اسی پہلو کو عیاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ذیل میں قرآن کریم سے ایسے الفاظ کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) اندادا:

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۱)

"پس تم لوگ اللہ کے لئے شریک مت بناؤ در آن محالیکہ تم لوگ خود جانتے ہو۔"

آیت کے اس جزو میں لفظ (اندادا) کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ابن عباس فرماتے ہیں کہ آندادا کے معنی اشیاہ و امثال کے ہیں پھر اس کی دلیل میں لبید کا یہ شعر نقل کیا۔

أَحَمَدَ اللَّهُ فَلَا نَدْ لَهُ بِيَدِيهِ الْخَيْرُ مَا شَاءَ فَعَلَ (۲)

میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں۔ تو اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے ہاتھ میں بھلا بیاں ہیں، جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

(۲) ابن مسعود فرماتے ہیں کہ سے مراد اکفار ہے۔ (۳)

(۳) مفضل فرماتے ہیں کہ آندادا کے معنی اضداد کے ہیں۔ (۴)

(۴) قادة اور مجاہد فرماتے ہیں کہ انداد سے مراد (اوثان) یعنی بت ہیں۔

(۵) ابن ابو حاتم حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انداد سے مراد شرک ہے۔

ند عربی میں مثل و مشابہ کو بھی کہتے ہیں اور مخالف اور م مقابل کو بھی۔ چنانچہ انداد کے معنی اضداد اور اشیاہ دونوں کے کئے گئے ہیں۔ علامہ زبیدی فرماتے ہیں کہ انہیں نہ خفشنے کہا کہ (الند) کے معنی ضد اور شبہ کے ہیں۔

* یک پھر، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور، پاکستان

"وَقَالَ الْأَخْفَشُ : إِنَّدُ : الْضَّدُّ وَالشَّيْهُ" (٥)

"إِنَّدَادَ" ند کی جمع ہے یہ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جو ہر میں شریک ہو۔ امام راغب فرماتے ہیں:

"نَدِيدُ الشَّيْءِ : مُشارِكَهُ فِي جَوْهَرِهِ" (٦)

ند اور مثل میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مثل عام ہے اور ند خاص ہے۔ مثل کا استعمال ہر قسم کی شرکت کے لیے ہوتا ہے جبکہ ند کا استعمال صرف ذات میں شرکت کے لیے ہوتا ہے۔ (٧)

(٢) الْعَكِيفُونَ :

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَهْدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهَّرَا بَيْتَنَا لِلطَّائِفِينَ وَالْعَكِيفِينَ وَالرُّكَّعَ السُّجُودَ﴾ (٨)

"اور ہم نے تاکید کی تھی ابراہیم اور اسماعیل کو (اس بات کی) کہ پاک رکھنا تم میرے گھر کو، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔"

اس آیت میں مفسرین کے لفظ (الْعَكِيفِينَ) کے بارے میں مختلف آقوال ہیں۔

(١) حضرت سعید بن حبیر اور قادة فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل حرم ہیں۔ (٩)

(٢) مجاهد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اعتکاف کرنے والے ہیں۔ (١٠)

(٣) ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نماز پڑھنے والے ہیں۔ (١١)

(٤) جابر، مجاهد، عکرمه اور عطاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مجاور ہیں جو اس کے پاس اقامت اختیار کرنے والے ہیں کہ اس کے پاس سے جدا نہیں ہوتے۔ (١٢)

عکف، العکوف سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اس کے لغوی معنی کسی کو روکا جانا، کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا، کسی چیز کے گرد جمع ہونا اور کسی چیز میں مقیم ہونا، کے ہیں۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ:

"الْعُكُوفُ : الإِقْبَالُ عَلَى الشَّيْءِ وَمَلَازِمَتِهِ عَلَى سَبِيلِ التَّعْظِيمِ لَهُ" (١٣)

العکوف: کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور تعظیماً اس سے وابستہ رہنا۔

امام لغت ابن فارس لکھتے ہیں:

"(عکف) العین والكاف والفاء أصلٌ صحيح يدلُّ على مقابلةٍ وحبس، يقال:

عَكَفَ يَعْكُفُ وَيَعْكِفُ عُكُوفًا، وذلك إقبالك على الشيء لا تصرف عنه. قال:

فهن يعکفن به إذا حجا
عَكْفُ النَّبِيِطِ يَلْعَبُونَ الْفَنَرَجَا" (۱۲)

عکف، (ع، ک، ف) حروف صحیح پر مشتمل یہ مادہ مقابلہ اور روکنے کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور کہا جاتا ہے تیر کسی چیز پر ایسا متوج ہونا کہ تواس سے نہ ہٹے۔ شاعر کہتا ہے: جب وہ پڑا کرتا ہے تو وہ (دوشیزائیں) اُس پر ایسے جھکتی ہیں جیسے نبھلی رقص کرتے ہوئے جھکتے ہیں۔

امام رازی کی لغوی تشریح یوں فرماتے ہیں:

"العکف مصدر عکف یعکف بضم الكاف وكسرها عکفاً إذا لزم الشيء واقام عليه فهو عاکف ، وقيل : إذا أقبل عليه لا يصرف عنه وجهه." (۱۵)

العکف: باب ضرب اور نصر سے مصدر ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کو لازم ہونا اور اس پر قائم ہونا۔ اس سے اسم فاعل عاکف آتا ہے۔ اور یہ لفظ اس صورت میں بھی بولا جاتا ہے جب وہ کسی چیز پر اس طرح متوج ہو کہ اس سے رخ نہ پھیرے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"والاعتكاف في اللغة : الملازم ، يقال عکف على الشيء إذا لازمه مقبلا عليه .
قال الراجز :

عکف النبیط یلعبون الفنرجا" (۱۶)

اعتكاف لغت میں، کسی چیز کو لازم پکڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ کسی چیز پر توجہ کرتے ہوئے لازم پکڑ لے۔ اسی معنی میں راجزہ کا شعر ہے:
رقص کرتے ہوئے نبھلوں کے جھکنے کی طرح

(۳) يُنْفَوْا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا جَزُوا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُنْقَطَعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلَهُمْ مَنْ خَلَفَ فِي الْأَرْضِ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ﴾ (۱۷)

"سوائے اس کے نہیں کہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے، اور وہ فساد چاہتے پھرتے ہیں (اللہ کی) اس زمین میں، یہی ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے چن چن کر، یا ان کو لٹکا دیا جائے پھانسی پر، یا کاٹ ڈالے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف جانب سے یا ان کو جلاوطن کر دیا جائے۔"

اس آیت میں لفظ (يُنْفُوا) کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

- (۱) انس، حسن، قادہ، سدی، زہری، ضحاک، ریج وغیرہ فرماتے ہیں کہ محاربین کو بلادِ اسلامیہ سے بلادِ شرک کی طرف جلاوطن کر دیا جائے۔ (۱۸)
- (۲) حضرت عمر بن عبد العزیز اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکال دیا جائے۔ (۱۹)

(۳) امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب اور امام مالک کا ایک قول ہے کہ قید کر دیا جائے۔ (۲۰)

(۴) ابن عباس، امام شافعی، سدی اور لیث فرماتے ہیں کہ انہیں تلاش کر کے ان پر حد جاری کی جائے۔ (۲۱)

(۵) علی بن ابو طلحہ نے ابن عباس سے ہی روایت کیا ہے کہ انہیں دارالاسلام سے دارالحرب بھاگا دیا جائے۔ (۲۲)

- (۶) مفسر ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں سعید بن جبیر، ابو شعثاء، حسن، زہری، ضحاک اور مقاتل بن حیان کا ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ محاربین کو یونہی کئی سال تک مارا مارا پھریا جائے لیکن دارالاسلام سے نہ نکلا جائے۔ (۲۳)
 - (۷) ابن جریر فرماتے ہیں کہ انہیں شہر سے نکال کر کسی دوسرے شہر کے جیل خانہ میں ڈال دیا جائے۔ (۲۴)
- ینفو کا مصدر نقی ہے۔ جس کے نیادی معنی دور ہو جانا، دور کر دینا، ہنکار نکال دینا وغیرہ کے ہیں۔ ابن فارس فرماتے ہیں:
- "(نفي) النون والفاء والحرف المعتل أصلٌ يدلُّ على تعرِية شيءٍ من شيءٍ وإبعاده منه" (۲۵)

نقی (ن، ف، ی) کا مادہ ایک شیء کے دوسرے سے الگ ہونے اور دور رہنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۵) الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ:

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَرَّعُونَ﴾ (۲۶)

اور ہم نے جس کسی بستی میں بھی کوئی پیغمبر بھیجا اس کے باشندوں کو ہم نے کپڑا سختی اور تنگی میں، تاکہ یہ لوگ دب جائیں۔"

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں (الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ) کی مفسرین نے کئی معنوں سے تفسیر کی ہے۔

- (۱) امام حسن بصریؓ فرماتے ہیں کہ (الْبَأْسَاءُ) سے مراد قحط ہے اور (الضَّرَّاءُ) سے مراد امراض اور شدائد ہیں۔ (۲۷)

(۲) ابن مسعود، ابن عباس، ابو عالیہ، مجاہد، سعید بن جبیر، مرہ ہمدانی، حسن، قتاوہ، ضحاک، ریج، سدی، مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ (الْبَلْسَاءِ) سے مراد بھوک ہے اور ابن عباس و سدی فرماتے ہیں کہ (الضَّرَّاءِ) سے مراد غربت ہے۔ جبکہ ابن مسعود نے اس کے معنی مرض کے کہے ہیں۔ (۲۸)

(۳) امام مادری فرماتے ہیں کہ (الْبَلْسَاءِ) سے مراد (البلاء) یعنی آزمائش اور (الضَّرَّاءِ) سے مراد (الضَّرَّاءُ الْزَمَانَةُ) یعنی دنیاوی تکلیفیں ہیں۔ (۲۹)

(۴) الزجاج اور علی بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ (الْبَلْسَاءِ) سے مراد (كُلَّ مَا نَالَهُمْ مِنَ الشَّدَّةِ فِي أَهْوَالِهِمْ) یعنی ہر وہ چیز جو حالات کو تنگ کر دے اور (الضَّرَّاءِ) سے مراد (مَا نَالَهُمْ فِي أَمْرَاضِهِمْ) یعنی مرض اور بیماری ہے۔ (۳۰)

(۵) ایک رائے یہ بھی کی جاتی ہے کہ (الْبَلْسَاءِ) سے مراد (حروب) یعنی جنگیں ہیں۔

(۶) امام طبری فرماتے ہیں کہ سے مراد میشت کی تباہی اور تنگی ہے اور سے مراد برے حالات اور دنیوی اسباب کی کمی ہے۔ (۳۱)

(۷) علی بن عیسیٰ سے حکایت کی گئی ہے کہ (الْبَلْسَاءِ) سے مراد جانی نقصان ہے اور (الضَّرَّاءِ) سے مراد مالی نقصان ہے۔ (۳۲)

امام راغب فرماتے ہیں کہ (الضُّرُّ) کے معنی بدحالی کے ہیں خواہ اس کا تعلق انسان کے نفس سے ہو جیسے علم و فضل اور عفت کی کمی اور خواہ اس کا تعلق انسان کے بدن سے ہو جیسے عضو کا نقص ہونا یا قلتِ مال و جاه کے سب ظاہری حالت کا بُرا ہونا۔^{۳۳} اور (البؤس) کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے۔ (۳۳)

(۶) حَتَّىٰ عَفَوا:

الله تعالیٰ نے سورہ اعراف میں ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ بَذَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّنَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ أَبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ فَأَخْذُنُهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (۳۵)

”پھر ہم نے برائی کی جگہ اچھائی دے دی یہاں تک کہ وہ لوگ بڑھ نکلے اور کہنے لگے کہ یہ تکلیف و راحت تو ہمارے بزرگوں تک بھی آچکی ہے تو ہم نے اچانک انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اور انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو سکا۔“

اس آیت میں (حَتَّىٰ عَفَوا) کے مفسرین نے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔

(حَتَّىٰ عَفَوا) کے بارے میں مفسرین سے چار اقوال منقول ہیں۔

(۱) ابن عباس^{رض}، مجاهد، سدی اور لبید فرماتے ہیں۔ (حتیٰ کثروا) یعنی یہاں تک کہ مال و اولاد میں خوب بڑھ گئے۔ (۳۶)

(۲) ابن کثیر فرماتے ہیں (حتیٰ أعرضوا) یعنی یہاں تک وہ اعراض کرنے لگے۔ (۳۷)

(۳) قادہ فرماتے ہیں (حتیٰ سرّوا) یعنی یہاں تک کہ خوب خوشحال ہو گئے۔ (۳۸)

(۴) حسن بصری فرماتے ہیں (حتیٰ سمنوا) یعنی یہاں تک کہ خوب پھلے پھولے۔ (۳۹)

ابن فارس فرماتے ہیں کہ (عفو) کے بنیادی طور پر دو معنی ہیں ایک ترک کرنا اور دوسرا طلب کرنا۔ "عفو(العین والفاء والحرف المعتل أصلان يدل أحدهما على ترك الشيء، والآخر على طلبه)" (۴۰)

عفو (ع، ف، و) کے بنیادی دو معنی آتے ہیں، ایک کسی چیز کو چھوڑنا اور دوسرا معنی کسی چیز کو طلب کرنا۔

جبکہ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ

"العَفْوُ: الْقَصْدُ لِتَنَاوِلِ الشَّيْءِ" (۴۱)

(عفو) کے معنی ہیں کسی چیز کو لینے کا ارادہ کرنا۔

سید مرتضی زبیدی امام راغب کی رائے کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (عفو) کے معنی کسی چیز کو حاصل کرنے کا ارادہ کرنے کے ہیں اور یہی اس کے اصل معنی ہیں اور اسی پر اس کے سارے معنی گردش کرتے رہتے ہیں جیسا کہ کہ راغب وغیرہ کی تحقیق ہے نہ کہ ہمارے شیخ (محمد بن طیب فاسی) نے بیان کیا ہے کہ اس کے اصل معنی ترک کے ہیں۔ مولانا منظور نعمانی ان دونوں آراء کا حاصل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حقیقت میں شیخ ابن طیب فاسی نے جو اس کے اصل معنی بیان کئے ہیں یہی معنی علامہ مطرزی نے ابن فارس سے نقل کئے ہیں اور مطرزی اور ابن فارس دونوں لغت عربیت کے اکابر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ (۴۲)

حدیث میں بھی لفظ (عفو) چھوڑ دینا اور ترک کرنا کے معنی میں استعمال ہوا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أَحْفَوْا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللَّحِيَّ" (۴۳)

موخچھیں کٹوادا اور داڑھی بڑھاؤ۔

مرتضی زبیدی اپنے شیخ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"من الأكيد معرفة أنَّ عفًا مِنَ الأصدادِ ، يقالُ : عَفَا إِذَا كَثُرَ ، وَإِذَا قَلَ ، وَعَفَا إِذَا

ظَهَرَ وَإِذَا خَفَيَ" (۴۴)

اس بات کا جانا ضروری ہے کہ لفظ (عفو) اضداد میں سے ہے چنانچہ عفا کا لفظ کسی چیز کے زیادہ ہونے اور کم ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کسی چیز کے ظاہر ہونے اور پوشیدہ ہونے کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔

جبکہ ابن فارس فرماتے ہیں کہ:

”وقول القائل: عفا: درس، وعفا: كثُر۔ وهو من الأضداد۔ ليس بشئ، إنما المعنى ما ذكرناه، فإذا ترك ولم يتعهد حق خفي على مر الدهر فقد عفا، وإذا ترك فلم يقطع ولم يجز فقد عفا۔ والأصل فيه كله الترک كما ذكرناه“ (٤٥)

اور کہنے والا کا یہ کہنا کہ (عفا) اضداد میں سے ہے یعنی اس کے معنی مثنا اور بڑھنا دنوں ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے حقیقت میں دونوں معنوں کی اصل ایک ہی معنی، ترک کرنا اور چھوڑ دینا ہے۔ اس لیے کہ جب کسی چیز کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ مرور زمانہ کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے اسی طرح جب کسی چیز کو ترک کر دیا جاتا ہے تو وہ بڑھ جاتی ہے۔ اس سب کی اصل وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عفای عفو کے اصل معنی ترک کر دینے کے ہے جیسا کہ ابن فارس کا قول ہے اس لفظ کے دیگر معانی ترک کرنے کے گرد گردش کرتے ہیں مثال کے طور پر اس لفظ کا ایک معنی معاف کر دینا بھی ہے اور ظاہری بات ہے کہ معاف تصور وار ہی کو کیا جاتا ہے نہ کہ بے گناہ کو۔ جب کسی کو معاف کر دیا تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ اس کو سزا دینا ترک کر دیا۔

(٧) إِلَّا:

سورہ توبہ میں فرمایا گیا:

﴿كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيْكُمْ إِلَّا وَلَا ذِمَّةً﴾ (٣٦)

”کیسے (اعتبار کیا جاسکتا ہے ان پر) جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ کریں نہ کسی عہد کا“
اس آیت میں لفظ (إِلَّا) کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

(١) ابن زید فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عہد ہے شاعر کہتا ہے۔ (٢٧)

وَجَدَنَا هُمْ كَاذِبًا الْهُمْ وَذُو الْإِلَّا وَالْعَهْدُ لَا يَكْذِبُ

ہم نے عہد کو جھوٹا پایا حالانکہ عہد ویہان کرنے والا جھوٹ نہیں بولتا۔

(۲) مجادل فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کا نام ہے۔⁴⁸ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جب مسیلہ کذاب کا کلام آپؓ کو پڑھ کر سنایا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ إن هذا الكلام لم يخرج من إلٰ (یعنی یہ کلام اللہ سے سر زد نہیں ہوا) (۳۹)

”وطعن الزجاج في هذا القول وقال : أسماء الله معلومة من الأخبار والقرآن ولم يسمع أحد يقول : يا إلٰ . قال الزجاج : حقيقة الإل عندي على ما توجه اللغة تحديد الشيء ، فمن ذلك الألة الحربة . وأنذن مؤللة ، فالإل يخرج في جميع / ما فسر من العهد والقرابة .“ (۵۰)

زجاج اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ کے تمام اسماء قرآن و حدیث میں سے ہیں اور کسی شخص کو یا إل کہتے نہیں سن۔ پھر وہ خود اس کے معنی بیان یہ کرتے ہیں کہ إل کے معنی ہے کسی چیز کو تیز کرنا۔ اس اعتبار سے بھالے کو الّہ اور تیز کانوں کو اذن مؤللة کہتے ہیں پس اس کے تیز اور مسلکم ہونے کے لحاظ سے عہد و قرابت کے الفاظ سے جو اس کی تفسیر کی گئی ہے وہ درست ہے۔

(۳) قادة فرماتے ہیں کہ اس کا معنی حلف ہے۔⁵¹ اوس بن حجر کہتا ہے (۵۲) :

ولا بنو مالك والأل مرقبه	ومالك فيهم الآلاء والشرف
--------------------------	--------------------------

اگر بنو مالک نہ ہوتے اور تم کہ جس کی پابندی کی گئی اور بنو مالک میں ہی بخششیں ہیں اور شرافت کمالین شرح جلالین میں ہے کہ (إلٰ) دعائیں آواز بلند کرنے کے معنی میں ہے حلف اٹھانے کے وقت شہرت دینے کے لیے آواز بلند کی جاتی ہے۔ اس لیے حلف کے معنی ہو گئے۔ (۵۳)

(۴) حسن بصریؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پڑوس اور ہمسایگی ہے۔

(۵) ابن عباسؓ، سدی اور فراء فرماتے ہیں کہ اس معنی قرابت کے ہے اور اس کی دلیل میں حضرت حسان کا درج ذیل شعر نقل کرتے ہیں۔

وأَقْسِمُ إِن إِلٰكَ مِنْ قُرِيشٍ كِإِلِ السَّقْبِ مِنْ رَأْلَ النَّعَامِ
تَيْرِي جَانَ كَيْ قَسْمٌ تَيْرِي قَرَابَتٍ قَرِيشَ سَيْ لَيْكَ هَيْ ہِيْ ہِيْ جَيْسِيْ كَهْ اوْثَنِيْ کَ بَچَےْ کَيْ قَرَابَتٍ شَرَتْ مَرْغَ کَ بَچَےْ
۔۔۔

(۶) ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی بیمین کے ہیں۔

(۷) إلٰ - إلٰ يُؤْلَى الـ مـا مـا خـوـذـہـ ہـےـ جـسـ کـاـ اـسـتـعـالـ صـفـائـیـ اـوـ چـمـکـ دـھـکـ کـےـ لـیـ ہـوـتاـ ہـےـ اـوـ چـمـکـ کـےـ اـعـتـارـ سـےـ ہـیـ اـسـ سـےـ الـ مـشـتـقـ ہـےـ (کـیـوـکـہـ اـوـلـادـ قـرـابـتـ مـیـںـ درـخـشـاـنـ حـیـثـیـتـ رـکـھـتـ ہـےـ) اـوـ بـھـالـ سـےـ اـسـ کـیـ تـیـزـیـ مـیـںـ تـشـیـہـ

دیتے ہیں کانوں کے متعلق کہتے ہیں اُذن مؤلّة (یعنی بڑے تیز کان ہیں) اور عربی میں کسی شخص کے چلانے اور پکانے کے لیے بھی الیل کا لفظ استعمال ہوتا ہے پس جب عورت چلا کر نوحہ کرنے لگے تو کہتے ہیں رفعت المرأة الي لها عين وہ زور زور سے یا ویاہ پکارنے لگی۔ چنانچہ عہد کا ایں یا تو اس وجہ سے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر ہوتا ہے اور بد عہدی کی آمیزشون سے پاک و صاف ہوتا ہے یا اس لیے کہ عرب جب باہم حلف لیتے تھے تو بلند آواز سے چلاتے اور اس کو شہرت دیتے تھے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ:

”الإِلَّا كُلُّ حَالَةٍ ظَاهِرَةٌ مِنْ عَهْدٍ حَلْفٍ وَقَرَابَةٍ تَئَلَّتْ تَلْمِعُ، فَلَا يَمْكُنُ إِنْكَارَهُ.

قال تعالى : ﴿لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا وَلَا ذَمَّةً﴾، وأَلَّا الفرس ، أي : أسرع حقيقته : لمع ، وذلک استعارة في باب الإسراع ، نحو: برق وطار.“ (٥٤)

”الإِلَّا هُرُّ أَصَافٍ وَظَاهِرِيَّ حَالَتْ كُوَّكِتَهُ ہیں جس کا انکار ناممکن ہو، عہد قربت داری۔ گھوڑے کا تیز چلن۔ اس کے اصل معنی چکنے کے ہیں اور پھر تیزی کے لیے بطور استعارة استعمال ہوتا۔ جیسے برق اور طار کے الفاظ ہیں۔“

علامہ مصطفیٰ زیدی فرماتے ہیں کہ اس کے معنی عہد اور حلف کے ہیں۔

”وَالإِلَّا ، بالكسرٍ : الْعَهْدُ وَالْحَلِيفُ“ (٥٥)

ابن فارس فرماتے ہیں:

”(أَلْ) والهمزة واللام في المضاعف ثلاثة أصول: اللungan في اهتزاز، والصوت،

والسبب يحافظ عليه. قال الخليل وابن دريد: أَلْ الشيءُ، إذا لمع. قال ابن دريد:

وسميت الحرية أَلْ للمعنىها.“ (٥٦)

آل (ء، ل) کہ بنیادی تین معنی ہیں، لہراتے ہوئے چمکنا، آواز اور سبب جس کی حفاظت

جائے۔ ابن درید اور خلیل کہتے ہیں آل چکنے کے معنی میں ہے ابن درید مزید لکھتے ہیں نیزے کو

آل اس کے چکنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

امام طبری ان تمام معانی اور روایات کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ چونکہ لفظ إِلَّا ان تمام معنی اور روایات کو شامل ہے اور اللہ نے کسی ایک معنی میں اس کو مخصوص نہیں فرمایا لذا درست یہی ہے کہ اس کو اپنے تمام معنی میں اسی طرح عام سمجھا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو عام رکھا۔ پس آیت کا ترجمہ یوں کرنا چاہیے کہ مشرکین کسی بھی مومن کے متعلق نہ اللہ کا پاس کرتے ہیں نہ رشتہ داری کا اور نہ کسی عہد کا خیال کرتے ہیں نہ کسی قسم کا۔ (٥٧)

(٨) جائیۃ :

الله تعالیٰ نے سورہ جاثیہ میں فرمایا:

﴿ وَتَرَى كُلًّا أُمَّةٍ جَائِيَةً ﴾

"اور تو دیکھے ہر فرقہ کو کہ بیٹھے ہیں گھنٹوں کے بل"

اس آیت میں (جائیۃ) کے مفسرین نے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔

(۱) مجاهد اور سفیان فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گھنٹوں کے بل بیٹھنا اس طرح کہ جس میں زمین پر صرف گھنٹے اور پاؤں کے پنجے ٹک جائیں۔

(۲) ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس کا معنی اکٹھے ہونی والی ہے۔

(۳) عکرمه فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ الگ الگ ہو گا۔

(۴) مورج کہتے ہیں کہ لغتِ قریش میں اس کے معنی جھکی ہونا کے ہیں۔

(۵) حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد دوز انوپر بیٹھنے والی ہے۔

یہ تمام معانی امام ماوردي کی کتاب انکت والعيون سے لیے گئے ہیں۔ (۵۸)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ اہل علم نے کہ لفظ جائیۃ جثوار جشی سے ہے جس کا معنی زانوپر بیٹھنے والی۔ اس کا معنی مجتمع بھی کیا گیا ہے اور جثوة مصدر کے اعتبار سے اس کا معنی جماعت یا گروہ مختار ہے۔ جزوی نہایہ میں ابن عمر کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ جماعت بن کر اپنے بنی کے پیچھے جائیں گے۔ (۵۹)

وہ اس بات کی تائید میں ایک روایت بھی نقل کرتے ہیں۔

"وَأَخْرَجْ عَبْدُ اللَّهِ بْنَ أَحْمَدَ فِي زَوَائِدِ الزَّهْدِ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنْ عَبْدِ بْنِ ثَانِيَةَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَرَاكُمْ بِالْكَرْمِ دُونَ جَهَنَّمَ جَاهِنَّمَ ثُمَّ قَرَا

سَفِيَانَ وَتَرَى كُلًّا أُمَّةً جَائِيَةً" (۶۰)

عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزهد اور بیہقی نے عبد بن ثانیہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ میں جہنم سے ورے کرم (کے مقام) پر تم کو مجتمع

دیکھ رہا ہوں اس پر سفیان نے یہ آیت تلاوت کی۔
امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ:

"قال عکرمه: جائیۃ متمیزة علی ناحيتها وليس علی الركب، والأول أولی. قال

ابن أبي حاتم: أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: "كَانَ أَرَاكُمْ جَاهِنَّمَ بِالْكَرْمِ دُونَ جَهَنَّمَ" وقال إسماعيل بن أبي رافع المدي في حديث الصور: فیتمیز النَّاسُ وَتَخْتَلُو

الأُمّ، وهي التي يقول الله تعالى: { وَتَرَى كُلُّ أُمَّةٍ جَاهِيَّةً } وهذا فيه جمْع بين القولين ولا منافاة ”(61)

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ جانشی کا مفہوم ایک جانب بکھری ہوئی ہے نہ کہ گھٹنوں کے بل گری ہوئی۔ مگر پہلی تفسیر اولی ہے۔ ابن الی حاتم فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا گویا میں تمہیں جہنم کے پاس زانو پر جھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد ابن کثیرؓ حدیث صور میں نقل کرتے ہیں کہ پھر لوگ جدا جدا کر دیئے جائیں گے اور تمام امتهن زانو پر جھک پڑیں گے۔ پھر حافظ ابن کثیرؓ فرماتے ہیں کہ اس فرمانِ الٰی میں دونوں حالتیں جمع کردی گئی ہیں پس دونوں تفسیریں ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں۔

(۹) المَسْجُورُ:

ارشادِ بانی ہیں:

﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ﴾

"اور اس جوش مارتے ہوئے سمندر کی قسم"

الله تعالیٰ کے اس ارشاد میں لفظ (المَسْجُورُ) کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

(۱) ابن عباسؓ اور سدی فرماتے ہیں کہ محبوس (یعنی روکا ہوا) سمندر مراد ہے۔ (۶۲)

(۲) سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ چلتا ہوا سمندر مراد ہے۔ (۶۳)

(۳) محمد بن کعب، مجاهد اور ضحاک فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ سمندر ہے جس کو آگ کی طرح بھڑکایا اور گرم کیا جائے جیسے گرم کیا ہوا تنور ہو۔ (۶۴)

(۴) کلبی، قادة اور شمر بن عطیہ فرماتے ہیں بھرا ہوا سمندر مراد ہے۔ (۶۵)

(۵) ابن بحر فرماتے ہیں شریں اور شور مخلوط (یعنی میٹھا اور نمکین کا مخلوط) سمندر مراد ہے۔ (۶۶)

(۶) علاء بن زید فرماتے ہیں کہ بڑھکتے ہوئے سمندر مراد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ اس کا پانی پینے کے کام آئے اور نہ اس سے کھیتی اگائی جاسکے۔ (۶۷)

(۷) حسن بصری، ابو عالیہ اور ایک روایت میں قادة فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بالکل خنک سمندر ہے۔ (۶۸)

(۸) ریبع بن انس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ پانی ہے جو عرش تلے ہے جو باش کی طرح بر سے گا جس سے قیامت کے دن مردے اپنی قبروں سے جی اٹھیں گے۔⁶⁹ مسجور کا مصدر (سجور) ہے جس کے معنی گرم کرنا، تنور گرم کرنا اور بھرنا وغیرہ کے ہیں۔

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ المسجور اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی خالی ہونا اور بھرا ہوا ہونا، دونوں طرح آتے ہیں۔ (۷۰)

امام راغب فرماتے ہیں کہ:

”السَّجْرُ : تَهْيِجُ النَّارِ ، يَقَالُ : سَجَرَتُ التَّنُورَ“ (۷۱)

(السجر) کے اصل معنی زور سے آگ بھڑکانے کے ہیں کہا جاتا ہے سجرت التنور (میں نے تنور جلا دیا اسے ایندھن سے بھردیا)

ابن فارس فرماتے ہیں:

”(سجر) السین والجیم والراء أصول ثلاثة: الماء، والمجالطة، والإيقاد. فأما الماء، فمنه البحر المسجور، أي المملوء. ويقال للموضع الذي يأتي عليه السيل فيملؤه... فاما الإيقاد فقولهم سجرت التنور، اذا أوقده“ (۷۲)

سجر (س، ج، ر) کا مادہ کے تین بنیادی معنی آتے ہیں۔ بھرنا، سرخی آمیز سفیدی، بھڑک اٹھنا۔

پہلے معنی کی مثال: البحر المسجور یعنی بھرا ہوا سمندر، یہ ایسی جگہ کے لیے بولا جاتا ہے جس پر سیلان آجائے اور وہ اس سے بھر جائے۔ اور ایقاد کی مثال، اہل عرب کا یہ قول ہے: سجرت التنور (تنور بھڑک اٹھا)

مولانا مودودی اس بحث کو یوں سمجھتے ہیں کہ مسجور کے متعدد معنی بیان کئے گئے ہیں۔ بعض مفسرین نے اس کو ”آگ سے بھرے ہوئے“ کے معنی میں لیا ہے۔ بعض اس کو فارغ اور خالی کے معنی میں لیتے ہیں جس کا پانی زمین میں اتر کر غائب ہو گیا ہو، بعض اسے محبوس کے معنی میں لیتے ہیں اور اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ سمندر کو روک کر رکھا گیا ہے تاکہ اس کا پانی زمین میں اتر کر غائب بھی نہ ہو جائے اور خشکی پر چھا بھی نہ جائے کہ زمین کے سب باشدے اس میں غرق ہو جائیں۔ بعض اسے مخلوط کے معنی میں لیتے ہیں جس کے اندر میٹھا اور کھاری، گرم اور سرد ہر طرح کا پانی آکر مل جاتا ہے۔ اور بعض اسکو بیریز اور موجزن کے معنی میں لیتے ہیں۔ (۷۳)

(۱۰) مَهِينٌ:

سورہ القلم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلُّ حَلَافٍ مَهِينٍ﴾ (۷۴)

”اور نہ ہی کبھی کہماننا کسی ایسے (بدجنت) کا جو بہت قسمیں کھانے والا گھٹیا انسان ہو۔“

اس آیت میں لفظ (مَهِينٍ) کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کذاب ہے۔ (۷۵)

- (۲) حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ضعیف القلب ہے۔ (۷۶)
- (۳) قادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بہت زیادہ گناہ کرنے والا ہے۔ (۷۷)
- (۴) مجابر فرماتے ہیں کہ جو کم عقل اور ناقص الرائے ہو۔ (۷۸)
- (۵) ابن شجرہ فرماتے ہیں جو باطل اختیار کرنے کی وجہ سے ذلیل ہو۔ (۷۹)
- (۶) جس شخص پر فتنم توڑنا آسان ہو۔ (۸۰)

لغت میں (مَهِينٌ) کے اصل معنی حقارت اور ذلت کے ہیں۔ ابن فارس لکھتے ہیں:

”(مَهِينٌ) الْبَيْمُ وَالْهَاءُ وَالنُّونُ أَصْلٌ صَحِيفٌ يَدْلُعُ عَلَى احْتِقَارٍ وَحَقَارَةٍ فِي الشَّيْءِ. مِنْهُ قَوْلُهُمْ مَهِينٌ، أَيْ حَقِيرٌ. وَالْمَهَانَةُ: الْحَقَارَةُ، وَهُوَ مَهِينٌ بَيْنَ الْمَهَانَةِ.“ (۸۱)

مہن (م، ه، ن) حقارت کرنے اور کسی چیز سے نفرت کرنے پر بولا جاتا ہے اسی سے اہل عرب کا قول مہین ہے جو حقیر و ذلیل کے معنی میں ہے اور المَهَانَةُ: حقارت و ذلالت کے معنی میں ہے، اسم فاعل مہین ہے، جس کی اہانت ظاہر ہو۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ:

”الْهَوَانُ عَلَى وَجْهِهِنَّ: أَحَدُهُمْ تَذَلِّلُ الْإِنْسَانُ فِي نَفْسِهِ لَمَا لَا يَلْحِقْ بِهِ غَضَاضَةٌ ، فَيُمَدِّحُ بِهِ نَحْوُ قَوْلِهِ: ﴿وَعَبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْسُحُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُوَنًا﴾^{۸۲} وَنَحْوُ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُؤْمِنُ مِنْ هَمِينَ لَيْنَ»^{۸۳} الْثَّانِي : أَنْ يَكُونَ مِنْ جَهَةِ مُتَسْلِطٍ مُسْتَخْفِفٍ بِهِ فَيُذَمَّ بِهِ“ (۸۲)

اس لفظ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ انسان کا کسی ایسے موقع پر نرمی کا اظہار کرنا جہاں اس کی اہانت نہ ہوتی ہو۔ یہ قابل تاکش ہے۔ جیسے سورہ فرقان میں رحمان کے بندوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ جب وہ زمین پر چلتا ہیں تو (هوناً) نرم چال چلتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا المؤمن هیں لین (مؤمن متواضع اور نرم مزاج ہوتا ہے) دوسرا یہ کہ یہ لفظ ذلت اور رسولی کے لیے آتا ہے یعنی کوئی دوسرا انسان اس پر مسلط ہو کر سبکسار کرے۔

مذکورہ بالا امثلہ سے عیاں ہوتا ہے کہ مفسرین کرام نے قرآن کریم کے فصح و بلغ اسلوب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے متعدد وجوہ کے حامل الفاظ کی مختلف انداز میں تفسیر بیان کی جو کہ قرآن کریم کے لسانی اور بلا غی بہلو کی عکاس ہے۔ اس نوع کی تفسیر نہ صرف معانی قرآن میں وسعت کا باعث بنتی ہے بلکہ اس سے قرآنی الفاظ کے معنی میں حُسن و خوبصورتی بھی پیدا ہوتی ہے۔

حوالی و حوالہ جات

- ١ - البقرة: ٢٢
- ٢ - سیوطی، عبد الرحمن بن ابو بکر، جلال الدین (م-٩٦٦ھ)، الدر المنشور، الناشر: دار الفکر، بیروت، ١/١٨٦
- ٣ - الماوردي، ابو الحسن، علی بن محمد، تحقیق: السید بن عبد المقصود، النکت والعيون، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ١/٨٣
- ٤ - محولہ بالا
- ٥ - الزبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق الحسینی، ابو الفیض (م-١٢٠٥ھ)، تاج العروس من جواہر القاموس، محقق: مجموعۃ من الحجۃین، الناشر: دار الهدایة، ٢٧٤/٩
- ٦ - راغب اصفهانی، ابو القاسم، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مصر، س-ن، ٢٢٨/٢
- ٧ - لغات القرآن، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، س-ن، ١/٢٧٥
- ٨ - البقرة: ٢٤
- ٩ - الماوردي، النکت والعيون، ١/١٣٨؛ تحقیق: احمد محمد شاکر، جامع البیان: ٢/٥٣٥؛ مؤسسة الرسالۃ، بیروت ١٣٢٠ھ/٢٠٠٠ء؛ تفسیر القرآن العظیم: ١/٣١٩؛ ابن کثیر: ١/١٧٥، تحقیق: سامی بن محمد سلامة، دار طبیعت للنشر والتوزیع، الریاض، ١٤٢٠ھ/١٩٩٩ء۔
- ١٠ - الماوردي، النکت والعيون: ١/١٢٨؛ رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار إحياء التراث، بیروت، ٣/٢/٣؛ جامع البیان: ٢/٥٣٥، تحقیق: احمد محمد شاکر، مؤسسة الرسالۃ، بیروت، ١٣٢٠ھ/٢٠٠٠ء؛ المحرر الوجیز: ١/١٩٣، ابن عطیہ، دار الکتب العلی耶، بیروت، ١٣١٣ھ/١٩٩٣ء۔
- ١١ - محولہ بالا؛ جامع البیان: ٢/٥٣٦
- ١٢ - الماوردي، النکت والعيون: ١/١٢٨
- ١٣ - راغب اصفهانی، المفردات فی غریب القرآن: ٢/٣٤٥
- ١٤ - ایمداد بن فارس بن زکریاء القرزویی الرازی، ابو الحسین (م-٣٩٥ھ)، مقلاییں اللغوۃ، محقق: عبد السلام محمد ہارون، الناشر: دار الفکر، بیروت، ١٣٩٩ھ/١٩٧٩ء، ٢/١٠٨
- ١٥ - رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار إحياء التراث، بیروت: ٣/٢٧
- ١٦ - قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحكام القرآن، دار إحياء التراث العربي، بیروت، س-ن، ٢/٣٣٢
- ١٧ - الملندة: ٥/٣٣
- ١٨ - الماوردي، النکت والعيون: ٢/٣٣؛ جامع البیان: ٨/٣٣
- ١٩ - ایضاً: ٢/٣٣؛ الدر المنشور: ٥/٢٨٩
- ٢٠ - محولہ بالا؛ ابن کثیر، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد سلامة، دار طبیعت للنشر والتوزیع، الریاض، ١٤٢٠ھ/١٩٩٩ء، ٣/١٤١؛ الجامع لأحكام القرآن: ٢/١٥٢
- ٢١ - الماوردي، النکت والعيون: ٢/٣٣؛ جامع البیان: ٨/٣٨٢؛ الجامع لأحكام القرآن: ٢/١٥٢
- ٢٢ - جامع البیان: ٨/٣٨٥
- ٢٣ - ابن کثیر، ابو الفداء، تفسیر القرآن العظیم: ٣/١٤١، تحقیق: سامی بن محمد سلامة، دار طبیعت للنشر والتوزیع، الریاض، ١٤٢٠ھ/١٩٩٩ء
- ٢٤ - محولہ بالا
- ٢٥ - مقلاییں اللغوۃ: ٥/٣٥٢

- ٢٦ - الأعراف ٧: ٩٣
- ٢٧ - الماوردی، الکت و العیون از امام ماوردی: ٢٢٢ / ٢
- ٢٨ - محولہ بالا؛ *الشیخ ارجح از حکمت بن بشیر بن یاسین: ٢/٣٣*؛ روح المعانی: ٥/١٠؛ ابن کثیر، *تفسیر القرآن العظیم*، ١/٥، ١/٥،
تحقیق: سامی بن محمد سلاطۃ، دار طبیعت للنشر والتوزیع، الریاض، ٢٠٢٠ھ- ١٩٩٩ء۔
- ٢٩ - الماوردی، الکت و العیون، ٢٢٢ / ٢
- ٣٠ - رازی، *مفائق الغیب*: ١٣/١٩٢۔
- ٣١ - جامع البیان: ١٠/٣٢٨
- ٣٢ - الماوردی، الکت و العیون، ٢٢٢ / ٢؛ فتح القدیر الجامع بین فنی الرواییة والدراییة من علم الشیخ: ٢/١٦، الشوکانی، محمد بن علی بن محمد،
دار الفکر، بیروت
- ٣٣ - راغب اصفهانی، المفردات فی غریب القرآن: ٢/٣٨٢، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مصر، س-ن
- ٣٤ - الیضاً: ١/٨٥
- ٣٥ - الأعراف ٧: ٩٥
- ٣٦ - الماوردی، الکت و العیون، ٢٢٢ / ٢، تحقیق: السيد بن عبد المصوّر بن عبد الرحیم، دار الکتب العلمیة، بیروت۔ مؤسسة الکتب الشفافیة،
بیروت، لبنان؛ تفسیر بغوی: ٣/٢٥٩؛ تحقیق: السيد بن عبد المصوّر بن عبد الرحیم، دار الکتب العلمیة، بیروت۔ مؤسسة الکتب
الشفافیة، بیروت، لبنان
- ٣٧ - الماوردی، الکت و العیون، ٢٢٢ / ٢
- ٣٨ - محولہ بالا؛ *الشیخ ارجح از حکمت بن بشیر بن یاسین: ٢/٣٣*، دار المائز، مدینۃ المنورۃ۔
- ٣٩ - الماوردی، الکت و العیون، ٢٢٢ / ٢
- ٤٠ - مقامیس اللغوی: ٣/٥٢
- ٤١ - راغب اصفهانی، المفردات فی غریب القرآن: ٢/٣٢، مکتبہ نزار مصطفی الباز، مصر، س-ن
- ٤٢ - لغات القرآن: ٣/٣٣٢، منظور نعمانی، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، پاکستان
- ٤٣ - امام مسلم، الجامع ارجح، باب خصال الفطرة، رقم الحدیث: ١، ٢٢٣/٢٢٢، ١٥٢/٢٢٣، دار الحبل، بیروت، دار آفاق الحدیث، بیروت۔
- ٤٤ - تاج العروس، ٣/٢٨
- ٤٥ - مقامیس اللغوی، ٣/٨٥
- ٤٦ - توبہ: ٨/٩
- ٤٧ - الماوردی، الکت و العیون: ٢/٣٣٣؛ الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تحقیق: عبد الله بن محسن
الترکی، مرکز البحوث والدراسات العربیة والاسلامیة دار الحجر، قاهرہ، الطبعۃ الاولی، ٢٠٠١ء، ١١/١١، ٣٥٨
- ٤٨ - الیضاً: ٢/٣٣٣
- ٤٩ - مفاتیح الغیب، ١٥/٥٣٢
- ٤٥٠ - محولہ بالا
- ٤٥١ - الیضاً: ١٥/٥٣٢؛ الکت و العیون، ٢/٣٣٣
- ٤٥٢ - الیضاً: ١٥/٥٣٢
- ٤٥٣ - جلال الدین، السیوطی، جلال الدین، کمالین شرح اردوجلالین، المکمل، شرح: محمد نعیم، مولانا، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، ٢/٣٩٠

- ٥٣۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مصر، س۔ن، ۱/۲۵
- ٥٤۔ تاج العروض، ۱۸/۲۸
- ٥٥۔ المقلیتین اللخت، ۱/۱۸
- ٥٦۔ الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، جامع البیان، تحقیق: عبد اللہ بن عبد الحسن الترکی، مرکز البحوث والدراسات العربیة والاسلامیة دار الحجر، قاهرہ، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۱، ۱/۳۵۸
- ٥٧۔ الماوردی، الشکت والعيون، ۵/۲۲۶
- ٥٨۔ محمد شاہ اللہ عثمنی مظہری، تفسیر المظرسی: ۱/۳۵۳، مکتبہ رشیدیہ، پاکستان، سن اشاعت، ۱۴۱۲ھ
- ٥٩۔ محمد شاہ اللہ عثمنی مظہری، تفسیر المظرسی: ۱/۷، مکتبہ رشیدیہ، پاکستان، سن اشاعت، ۱۴۱۲ھ
- ٦٠۔ محولہ بالا
- ٦١۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱/۱۸۵
- ٦٢۔ الماوردی، الشکت والعيون، ۵/۲۹
- ٦٣۔ ابن عطیہ اندری، عبد الحق بن غالب، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، تحقیق: عبد السلام عبد الشافی محمد، دارالکتب العلمی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۱، ۵/۱۸۲
- ٦٤۔ الماوردی، الشکت والعيون، ۵/۲۷۹
- ٦٥۔ الماوردی، الشکت والعيون، ۵/۲۷۹
- ٦٦۔ الماوردی، الشکت والعيون، ۵/۳۷۹
- ٦٧۔ محولہ بالا
- ٦٨۔ محمد شاہ اللہ عثمنی مظہری، تفسیر مظہری، مکتبہ رشیدیہ، پاکستان، سن اشاعت، ۱۴۱۲ھ، ۱/۳۶۹۸
- ٦٩۔ تفسیر القرآن العظیم، ۲/۲۸۹
- ٧٠۔ محمد بن علی بن محمد اشوفکانی، فتح القدير الجامع بین فی الروایۃ والدرایۃ من علم الشیخ: ۵/۹۳، دارالفکر، بیروت، س۔ن
- ٧١۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ۱/۲۹۶
- ٧٢۔ مقامیتین اللخت، ۳/۱۳۲
- ٧٣۔ مودودی، ابوالاعلیٰ مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، س۔ن، ۵/۱۶۳
- ٧٤۔ الماوردی، الشکت والعيون: ۲/۶۳؛ ابن عطیہ اندری، عبد الحق بن غالب، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، تحقیق: عبد السلام عبد الشافی محمد، دارالکتب العلمی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۱، ۵/۳۳۵
- ٧٥۔ الماوردی، الشکت والعيون: ۲/۶۳؛ ابن عطیہ اندری، عبد الحق بن غالب، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، تحقیق: عبد السلام عبد الشافی محمد، دارالکتب العلمی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۱، ۵/۲۳۳
- ٧٦۔ ایضاً: ۲/۲۳؛ جامع البیان، ۲/۱۵۹
- ٧٧۔ محولہ بالا؛ الدر المنشور، ۱۳/۲۲۶، سیوطی، عبد الرحمن بن ابوکبر، جلال الدین (۱۴۹۱ھ)، الناشر: دارالفکر، بیروت۔
- ٧٨۔ المحرر الوجیز، ۵/۳۲۵
- ٧٩۔ الشکت والعيون، ۶/۲۳
- ٨٠۔ محولہ بالا
- ٨١۔ مقامیتین اللخت، ۵/۲۸۳
- ٨٢۔ الفرقان ۲۵: ۲۳
- ٨٣۔ حسین بن مسعود بقوی، شرح السنة، تحقیق: شعیب الأرناؤوط، محمد زہیر الشاولیش، المکتب الاسلامی، دمشق، بیروت، ۳/۱۳۰۳ھ
- ٨٤۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مصر، س۔ن، ۲/۱۱۲
- ٨٥۔ حفظ الحديث: ۵۰۵/۳۲۵